توکل کا مفہوم اور اس کے تقاضے

الاستاذ السید سابق کے اس مضمون کا ترجمہ ہمارے رفیق محترم حافظ مقصود احمد صاحب مرحوم نے بطورِ خاص "الشریعۃ" کے لیے کیا تھا۔ آج حافظ صاحب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین (ادارہ)

اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسی کی ذات پر بھروسہ کریں، اسی پر اعتماد کریں۔ تمام کام اسے تفویض کریں۔ ہر حال میں اسی سے مدد مانگیں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اس کی قضا نافذ ہو کر رہے گی اور ضروریاتِ زندگی مثلاً کھانا پینا، پہننا، رہنے کے لیے مکان کا ہونا، دشمن سے بچاؤ کی تدبیر کرنا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کرتے آئے ہیں۔ اور توکل کا محل قلب ہے۔ امام قشیری فرماتے ہیں:

"ظاہر میں حرکت اور کوشش قلب کے توکل کے منافی نہیں جبکہ دل میں یہ یقین ہو کہ تقدیر خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ اگر مطلوبہ شئی نہ مل سکی تو اس کی تقدیر سے ہے اور میسر آ گئی تو یہ اس ذات کی میسر کردہ ہے۔ فان تعسر شئی فبتقدیرہ، وان تیسر شئی فبتیسیرہ"

انسانی زندگی رنج والم اور تکالیف سے ہر آن دوچار ہوتی ہے۔ اب اگر انسان ان تکالیف کو دور کرنے کے لیے جدوجہد نہ کرے تو اس کی زندگی بے معنی ہو کر رہ جائے اور دل وجان کو سکون تبھی ملے گا جب اس کا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہوگا۔ اس کی ذات سے اسے حسن ظن ہوگا، اسی پر اس کا اعتماد ہوگا اور اپنے تمام امور کو اسی کے سپرد کر دے۔

حدیث قدسی میں ہے: انا عند ظن عبدی بی، وانا معہ حین یذکرنی

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل انسانی ضرورت ہے۔ اس سے نہ عالم مستغنی ہو سکتا ہے نہ جاہل، نہ مرد نہ عورت، نہ حاکم نہ محکوم، نہ چھوٹا نہ بڑا۔ ان سب کی حاجات کر دی ایک

ذات پوری کر سکتی ہے جسے قدرت کامل حاصل ہے۔ تکلیف و حاجت کسی طرف سے بھی ہو وہی ایک ذات ان کی معین و مددگار ہے۔

توکّل کی دعوت

اسلام کا مطالعہ کرنے والا محسوس کرے گا کہ توکّل کی دعوت بڑے صریح الفاظ میں دی گئی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفرقان ـ ۵۸)

"اس زندہ ذات پر توکّل کرو جسے موت نہیں"

ایمان کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ توکّل بھی ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (پ۱۳ ابراہیم ۱۱)

اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے والوں کے دین دنیا کے تمام امور کا تکفل وہ خود کرتا ہے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ (الطلاق ـ ۳)

"جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے"

توکّل تمام انبیاءؑ و رسلؑ کا طریقہ ہے۔ وہ سب خدا تعالیٰ کو ہی اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتے رہے اور اسی پر بھروسہ کرتے رہے۔ ان کی زبانی قرآن فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے:

وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (ابراہیم ۱۱)

ہم بھلا خدا پر توکّل کیوں نہ کریں حالانکہ اسی نے ہمیں ہدایت دی۔ البتہ ہم تمہاری ایذاؤں پر صبر ہی کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

غزوۂ احد کے بعد جب دشمن پھر مجتمع ہو گئے اور انہیں یہ کہہ کر ڈرایا گیا کہ مشرکین تم پر حملہ کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں تو اس حال میں ان کا سوائے خدا کے کسی پر بھروسہ نہ تھا۔ ان کی اس کیفیت قلبی کی اللہ تعالیٰ نے قدر افزائی فرمائی اور دشمن کو ان سے ہٹا دیا اور خوشخبری کا سماں بندھ گیا۔ قرآن فرماتا ہے، يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ۔

(آل عمران ۱۷۱-۱۷۴)

یعنی لوگوں کے ڈرانے پر وہ ڈرتے نہیں بلکہ ان کا جواب حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہوتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان حسن الظن باللہ من عبادۃ اللہ - ابوداؤد - ترمذی والحاکم

بے شک خدا تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر

کہ جنت میں بہت سے ایسے لوگ بھی جائیں گے جن کے سینے پرندوں جیسے ہوں گے۔
پوچھا، اس کا مطلب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ متوکل لوگ ہوں گے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ کو فرماتے ہوئے سنا:

لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر
تغدو خماصاً وتروح بطاناً - ترمذی

اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جو توکل کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق ملے جس طرح پرندوں کو رزق ملتا ہے کہ صبح خالی پیٹ گھر سے نکلو تو شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹو۔

یعنی جس طرح پرندے خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ ان کے پوٹ میں کچھ بھی نہیں ہوتا اور دن کے آخر میں جب وہ واپس لوٹتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے رزق سے ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو ان کا آخری کلمہ تھا: حسبنا اللہ ونعم الوکیل تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے نجات عطا فرمائی۔ اسے ان کے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ راہ میں ایک سایہ دار درخت کے قریب پڑاؤ ڈالا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ اس کے نیچے استراحت فرمانے کے لیے لیٹ گئے اور آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اچانک ایک مشرک آ گیا اور اس نے وہ تلوار پکڑ لی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر پوچھا ——— "آپ مجھ سے ڈر گئے؟"

فرمایا ——— "نہیں"

کہنے لگا۔۔۔ "اب بتایئے کون آپ کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ "اللہ"۔ آپؐ نے اس اعتماد سے لفظ اللہ کہا کہ وہ مشرک خود ڈر گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ اب وہ تلوار آپؐ نے اٹھا کر پوچھا۔۔۔ "اب بتاؤ کون تمہیں مجھ سے بچا سکتا ہے؟"

وہ کہنے لگا۔۔۔ "کوئی اچھی بات فرمایئے میں مان لوں گا۔"

آپؐ نے فرمایا: "تو گواہی دے"

کہنے لگا۔۔۔ "یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ البتہ میرا وعدہ ہے کہ میں نہ خود کبھی آپ سے لڑوں گا اور نہ ہی اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑے گی۔"

چنانچہ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو کہنے لگا جئتکم من عند خیر الناس۔ میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو انسانوں میں سب سے بہتر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ توکل تمام مسلمانوں کا شعار بن جائے اس لیے اپنی امت کو مختلف اوقات کی دعائیں تعلیم فرمائیں۔ مثلاً صبح و شام کی دعا، گھر سے نکلتے وقت کی دعا یا بستر پر جانے کی دعا۔ مطلب یہ کہ ہر حرکت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف نفس متوجہ رہے اور قلب یادِ خدا میں بیدار رہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے بِاسْمِ اللّٰہِ۔ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔ ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے گھر سے نکلتے وقت یہ کلمات پڑھے، بِاسْمِ اللّٰہِ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

تو اسے جواب میں کہا جاتا ہے: ھُدِیتَ، وکُفِیتَ، ووُقِیتَ وتنحی عنک الشیطان

(ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کی ہے)

حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص ہر روز صبح و شام سات دفعہ یہ کلمات پڑھے حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات کا کفیل ہو جاتا ہے۔

طلق بن حبیب کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور ابو درداءؓ سے کہنے لگا۔ "ابو درداء! تمہارا گھر جل گیا ہے"۔ آپؓ نے سن کر فرمایا: یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

سُنا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اسے شام تک کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی اور جو شام کو پڑھے گا تو صبح تک کسی مصیبت سے دوچار نہیں ہوگا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ چلو میرے ساتھ۔ چنانچہ وہ اٹھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ان کے گھر گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اردگرد کے تمام مکان جل چکے ہیں لیکن ابوالدرداء کا مکان صحیح وسالم تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جب تو سونے لگے تو نماز والا وضو کر کے دائیں کروٹ پر لیٹ کر کہو:

اللھم اسلمت نفسی الیک ووجّھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک۔ لا ملجأ ولا منجی منک الا الیک اٰمنت بکتابک الذی انزلت، وبنبیک الذی ارسلت

اور پھر فرمایا کہ اگر تو مر گیا تو دین فطرت پر تیری موت ہوگی۔ لہٰذا تیرے آخری کلمات یہی ہونے چاہئیں۔

توکل اور اسباب

اسباب کا اختیار کرنا اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ توکل اس وقت تک صحیح ہی نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کو اس کام کے لیے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ مسبب الاسباب نے انہیں کام کے ساتھ مربوط کیا ہے اور نتائج انہی اسباب کے اختیار کرنے پر موقوف رکھے ہیں۔ ویسے بھی انسان فطری طور پر اسباب کے اختیار کرنے پر مجبور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس بات کا مکلف بھی بنایا ہے۔ اسباب کا اختیار نہ کرنا خلافِ فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منافی بھی۔ اس نے اپنی کتاب میں جابجا حکم فرمایا ہے، فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ (ملک ۱۰)

خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (نساء ۷۱)

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل۔ (انفال۔ ۶۰)

وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوی (بقرہ ۔ ۱۹۷)

لوط علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو بچا کر لے جانا چاہتے ہو تو

فاسر باھلك بقطع من اللیل (ہود - ۸۰)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون (دخان - ۲۳)

یوسف علیہ السلام کے قصے میں بھائیوں کا رویّہ اور ان کے والد کا ان سے بچاؤ کی تدبیر کرنا قرآن میں اس طرح مذکور ہے

یا بنیّ لا تقصص رؤیاك علی إخوتك فیکیدوا لك کیداً (یوسف - ۵)

اور فرمایا:

یا بنیّ لا تدخلوا من باب واحدٍ وادخلوا من ابواب متفرّقةٍ (یوسف - ۶۷)

بیماری کے سلسلہ میں علاج کرنا، دوا کا استعمال کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا دین کے اوامر میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایھا الناس تداووا۔ ان اللہ ما وضع داءً الا جعل له شفاء۔

اے لوگو! دوا کا استعمال کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی مرض پیدا نہیں کی جس کی شفا نہ بنائی ہو۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین تھے لیکن بایں ہمہ ہر کام کے کرنے میں پوری کوشش فرماتے اور جب دشمن سے سامنا ہونا ہوتا تو اس کے مقابلے کے لیے پوری طرح تیاری کرتے اور دشمن پر کامیابی حاصل کرنے کے تمام اسباب مجتمع فرماتے، روزی کمانے کے لیے محنت کرتے اور تندہی سے کام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی محنت کی ترغیب دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مقصد کو حاصل کرنے کے جو اسباب پیدا فرمائے ہیں انہیں کبھی ترک نہ فرماتے کیونکہ دنیاوی حیات کے لیے جو اسباب اس نے پیدا فرمائے ہیں ان کا ترک کرنا خود اپنے ہاتھوں تباہی خریدنے کے مترادف ہے۔ مثلاً ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادہ کیا کہ اپنی اونٹنی کو باندھے بغیر ہی مسجد کے دروازے پر چھوڑ آئے۔ آپؐ سے پوچھتا ہے "یا رسول اللہ! میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اسے خدا کے بھروسے پر کھلا چھوڑ دوں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے باندھ کر خدا کے بھروسے پر چھوڑ دو۔

پس معلوم ہوا کہ توکل اسباب کے اختیار کیے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لہٰذا سنت اللہ اور

اس کے قوانین کے مطابق پہلے عمل کرنا ہوگا پھر اسی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کام اس کے سپرد کرنا ہوگا۔ بعد ازاں نتیجہ اسی ذات پر چھوڑنا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ۔ (ھود۔۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو دیکھا جن کا یہ خیال تھا کہ اسباب کا ترک کر دینا ہی توکل ہے لہٰذا انہوں نے عمل کو چھوڑ رکھا تھا اور سستی اور عجز و درماندگی میں پڑے ہوئے تھے۔ امیر المومنینؓ نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ کہنے لگے ہم متوکل لوگ ہیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو تم متوکل ہرگز نہیں۔

توکل تو یہ ہے کہ آدمی کھیت میں دانہ بوئے اور خدا پر بھروسہ کرے (کہ وہی اس دانہ کو اگائے گا، فصل کو پکائے گا اور ہمیں غلہ بہم پہنچائے گا)

جو شخص کوشش اور عمل کو ترک کر دے اس امید پر کہ اس کی مطلوبہ چیز اس سے حاصل ہو جائے گی اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو بغیر پروں کے ہوا میں اڑنا چاہتا ہے یا بلا نکاح چاہتا ہے کہ اس کے اولاد ہو جائے یا بغیر پٹرول کے گاڑی چل جائے یا بغیر بوئے فصل اگ آئے۔ نعم ما قال

ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها
إن السفينة لا تجري على اليبس

"ترسم کہ تو میرانی زورق بسراب اندر" چاہتا ہے نجات اگر اسباب مہیا کر

مدرسہ نصرۃ العلوم کے فارغ التحصیل طالب علم کا اعزاز و امتیاز

یہ امر ہمارے لیے بے حد باعث مسرت ہے کہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد سیف الرحمٰن قاسم کو جو سعودی عرب کی ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے ادارہ عربی زبان و ادب میں شعبہ تخصص لغت تربیت میں زیر تدریس ہیں قابل رشک اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ طالب علم مذکور کو طلبہ کے امور کی نظامت کی طرف سے ۱۴۱۱ھ کے دوسرے سیشن کا مثالی طالب علم قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں انہیں یونیورسٹی کی طرف سے ایک خصوصی تقریب میں خصوصی سند اور ایوارڈ عطا کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ موصوف کا یہ امتیاز عالمی سطح کا اعزاز ہے کیونکہ اس شعبے میں دنیا کے مختلف براعظموں کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

ہم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے وقار و اعتبار پر خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرتے ہیں اور طالب علم کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے ان کی دنیا و آخرت کی فائز المرامی کے لیے دعاگو ہیں۔ (ادارہ)